AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

اعضاء کی پیوند کاری: طبّی ضرورت، اخلاقی تقاضے اور اسلامی رہنمائی

Organ Transplantation: Medical Necessity, Ethical Challenges, and Islamic Guidance

Ms.Summaya Raza
Lecturer Islamic Studies Department SBK women's University Quetta Balochistan
Dr. Paree Gull Tareen
Lecturer Islamic Studies Department SBK women's University Quetta Balochistan, drpareegulltareen@gmail.com

Abstract

Organ transplantation is recognised as one of the most transformative achievements of modern medicine, offering life-saving solutions to patients suffering from terminal organ failure. It represents not only a medical necessity but also a profound ethical and religious challenge. While transplantation restores health and improves quality of life, it raises critical questions regarding human dignity, the legitimacy of organ donation, informed consent, exploitation, and equity of access. These concerns become even more significant in Islamic societies, where the sanctity of life and the protection of the human body are fundamental values. This paper examines organ transplantation from three interrelated dimensions: medical necessity, ethical debates, and Islamic guidance. From a medical perspective, transplantation is explored as an essential treatment that has redefined possibilities in healthcare. Ethically, the paper addresses dilemmas such as commercialization of organs, donor rights, and fair allocation of scarce resources. From an Islamic perspective, Qur'anic injunctions, Prophetic traditions, and scholarly interpretations are analyzed to highlight how Shariah principles provide a balanced framework that promotes medical progress while safeguarding moral boundaries. The study concludes that organ transplantation, when conducted within ethical and religious limits, not only saves lives but also embodies the harmony between science and faith. It calls for continuous collaboration among medical professionals, ethicists, and Islamic scholars to ensure that scientific advancement aligns with human dignity, justice, and divine guidance.

Keywords: Organ transplantation, Medical necessity, Ethical challenges, Human dignity, Islamic guidance, Bioethics

تمہید:

اعضاء کی پیوند کاری جدید طب کی سب سے انقلابی کامیابیوں میں شمار ہوتی ہے، جس نے اُن مریضوں کو نئی زندگی عطا کی ہے جو ناقابلِ علاج امراض اور اعضاء کی ناکامی کا شکار تھے۔ یہ عمل محض ایک طبّی ضرورت ہی نہیں بلکہ ایک اہم اخلاقی اور مذہبی مسئلہ بھی ہے۔ جہاں یہ انسانی صحت کی بحالی اور معیارِ زندگی میں بہتری کا باعث بنتی ہے، وہیں یہ انسانی جسم کی حرمت، اعضاء کے عطیہ کے جواز، رضامندی، استحصال اور مساوات جیسے سوالات کو بھی جنم دیتی ہے۔ اسلامی معاشروں میں یہ سوالات مزید اہمیت اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ وہاں انسانی جان کی حرمت اور وقار بنیادی اقدار ہیں۔ اس مقالے میں اعضاء کی پیوند کاری کو تین پہلوؤں سے زیرِ بحث لایا گیا ہے: طبّی ضرورت، اخلاقی مباحث اور اسلامی رہنمائی۔ طبّی نقطہ نظر سے یہ ایک ناگزیر علاج ہے جو جدید سائنس کی بدولت ممکن ہوا۔ اخلاقی سطح پر اس عمل میں تجارتی مفادات، اعضاء کی منصفانہ تقسیم اور عطیہ دہندگان کے حقوق جیسے مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ اور فقہاء کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ شریعت ایک ایسا متوازن فریم ورک فراہم کرتی ہے جو انسانی جان کے تحفظ اور سائنسی ترقی کے مابین ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر اعضاء کی پیوند کاری اسلامی اصولوں اور اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے کی جائے تو یہ نہ صرف انسانی جان بچانے کا ذریعہ ہے بلکہ علم و ایمان کے حسین امتزاج کی بھی عکاس ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ماہرینِ طب، ماہرینِ اخلاق اور اسلامی علماء باہمی تعاون کے ذریعے رہنمائی فراہم کریں تاکہ سائنسی ترقی انسانیت اور دینی اقدار دونوں کے ساتھ ہم آہنگ رہ سکے۔

ا۔اعضاء کی پیوندکاری اور اخلاقیات طب:

اس دنیا کو اللہ رب العزت نے مجموعہ اضرار بنایا ہے۔ اضرار و اختلاف ہی کی رنگا رنگی سے دنیا کے اس چمن کو زینت بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں کبھی کہیں اندھیرا ہے تو کبھی کہیں روشنی ہے۔ اگر کسی جگہ علم کا چراغ جل رہا ہے تو دوسری طرف جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر اللہ نے صحت کی نعمت کو پیدا کیا ہے تو ساتھ ہی بیماریوں کو بھی وجود بخشا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر بیماری کے لیے دوا کو بھی نازل کیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"ماانزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء"1ے۔

ترجمہ:" اللہ رب العزۃ نے ہر بیماری کے لیے شفاء کو نازل فرمایا ہے۔"

اسی طرح مسلم شریف میں حضرت جابرؓ حضوراقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"لکل داءٍ دواء فاذا اصیب دواء الداء برًا باذن اللہ تعالیٰ۔"

ترجمہ:"ہر بیماری کی دوا ہے پس جب دوا بیماری سے ملتی ہے تو اللہ کے حکم سے (بیماری ختم ہو جاتی ہے) صحت ہو جاتی ہے۔"2ے

ان احادیث کی روشنی میں ایک بات تو واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفا اتاری ہے۔ جاننے والا جانتا ہے اور نہ جاننے والا نہیں جانتا۔ ان احادیث سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے جب کوئی انسان بیمار ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی بیماری کا علاج کرائے۔نہ صرف علاج کرائے بلکہ اس کی دوا کو تلاش کرے اور اچھے ڈاکٹر سے رجوع کرے ایک بات یاد رکھے ہر آدمی یا ہر ڈاکٹر بیماری کا علاج نہیں جانتا۔بیماری کا علاج ماہر طبیب سے کرانا چاہیے۔

جس تیز رفتاری سے دنیا میں مادی ترقی ہوئی ہے اسی رفتار سے آج دنیا طبی اعتبار سے کافی ترقی کر چکی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے نئے مسائل کھڑے ہوگئے ہیں اور چونکہ یہ بہت بڑ اذریعہ آمدنی بھی ہے۔ اس لیے مکرو فریب کے بھی بہت سے نئے دروازے کھل گئے ہیں۔ مگر اسلام ہر دور کے لیے کافی و وافی ہے۔ اس نے ایسے اصول و حدود مقرر کیے ہیں جن کی مدد سے ہر دور میں ایک معتدل طبی نظام اخلاق قائم کیا جاسکتا ہے۔ اسلام علم طب کی حوصلہ افزائی بلکہ سرپرستی کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب دیتا ہے۔اسلام کے نزدیک اس کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ حضرت امام شافعیؒ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ:

"العلم علمان، علم الفقہ للادیان علم الطب للابدان۔"

ترجمہ:"علم تو بس دو ہیں، دینی معلومات کے لیے علم فقہ اور جسمانی صحت کے لیے علم طب۔"[3]

اسلام نے ہر اس اقدام کی حوصلہ افزائی کی ہے جو کسی بھی نوعیت میں انسان کی بقاء اور خدمت کے لیے سود مندثابت ہوسکتا ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر میں زندگی ایک مقدس امانت ہے۔ جس کی حفاظت ہر حال میں انسان پر واجب ہے۔ بقا بنیادی حقوق میں شامل ہے اور صحت ایک بہت بڑی دولت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طب نے ہر دور میں انسانی بہبود اور اس کی بیماریوں سے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اسلام طب کے پیشے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے وابسطہ افراد کے لیے جامع اور معقول اخلاقی ضابطہ پیش کرتا ہے۔جس کو اس مقالہ میں شرح و بسط کے ساتھ زیر غور لایا گیا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خلائق میں ہر لحاظ سے ممتاز حیثیت دی ہے۔ خوراک، لباس، رہائش، عادات وفضائل اور زندگی کی دوسری قدروں میں اسے مذہب اور متمدن بتایا ہے۔ اللہ رب العزۃ نے بنی نوع انسان کو سمجھ بوجھ و عقل کے ساتھ ساتھ وحی کی روشنی سے بہرہ مند فرمایا ہے تاکہ اس کی صلاحیتیں اس کی ذات سمیت اس کے گردو پیش کے لیے فائدہ مند ہوں اگر غور کریں کہ انسانی جسم دو چیزوں سے مل کر بنا ہے یعنی دو چیزوں کا مرکب ہے ایک روح اور دوسرا جسم۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہے دین فطرت ہونے کی وجہ سے اسلام

نے روح اور جسم ان دونوں کے تقاضوں کو مانا ہے۔ اسلام میں انسانی زندگی ایک قیمتی متاع ہے۔ جس کی حفاظت اور بقاء کے لیے ممکنہ حد تک کوشش کرنا یہ انسان کی ذمہ داری ہے اسی وجہ سے اسلامی شریعت میں خودکشی، قتل وغارت، خونریزی اور فساد حرام ہے۔ کیونکہ یہ تمام معاملات انسانی زندگی اور اس کی بقاء کے لیے مضر ہے۔ بالکل اسی طرح وہ تمام اسباب وذرائع جن کے ذریعے انسانی زندگی بچ سکتی ہے۔ اسلام نہ صرف ان کی ترغیب دیتا ہے بلکہ ایک ضرورت کے درجے میں اس کو واجب قرار دیتا ہے۔ بھوک کی حالت میں اگر کھانے کو نہ ملے تو انسان مرنے کے قریب ہو تو مرنے سے بچنے کے لیے بقدرضرورت حرام کھانے کی رخصت ہے اور اس حالت میں رخصت پر ہی عمل ہوگا۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

" فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَاعَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ:"پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں"4

انسان نے اپنے جسم کے تحفظ کے لیے ابتداء سے کوشش کی ہے۔ بیماریوں کی روک تھام کے لیے تگ ودو کی ہے۔ انسان نے ہردور میں ہر بیماری کے لیے دستیاب وسائل سے امراض کا علاج کیا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں اس دوا اور علاج کی شکل سادہ اور محدود تھی علاج اور دوا قدیم زمانے سے انسانی جان کی حفاظت کے ساتھ وابسطہ رہا ہے۔ قدیم تہذیبوں میں طب ایک معروف فن تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے تھے ان میں مادرزاد اندھوں اور برص کے مریضوں کا علاج شامل تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

"وَأُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللهِ"۔

ترجمہ:"اللہ کے حکم سے اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اورزندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے"5

طب کا شعبہ بلا مبالغہ دور جدید میں بہت ترقی کر گیا ہے۔ جو نہ صرف سائنس کے ایک مستقل شعبے کا روپ دھارگیا ہے بلکہ دکھی انسانیت کی خدمت کا سہرا بھی اس کے سر ہے۔ اسلام نے ہر اس کام کی حوصلہ افزائی کی ہے جس کے ساتھ انسان کی بھلائی اور معاشرے کی فلاح و بہبود وابستہ ہو۔ ایک انسان کو بچانا ساری انسانیت کو بچانا ہے۔ قرآن و سنت نے طب اور اس کے متعلقات کو خوب زیر بحث لائے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

"خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ"

ترجمہ:"انسان کو اللہ تعالیٰ نے جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔"6

قرآن کے نازل ہونے سے پہلے انسان اپنی ذات کے اندر پوشیدہ حقائق اور اپنے جسم کی خلقت کے رازوں کو نہیں جانتا تھا۔ قرآن کے نزول نے ان تمام پوشیدہ چیزوں سے پردہ اٹھایا۔طبیب یا ڈاکٹر کسی قوم کا مسیحا اور زیست کا سہارا ہے۔کسی بھی طبیب کو کون سے ضابطہ اخلاق کو دیکھنا چاہیے ذیل میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

طبابت کے اصول و شرائط:

الف۔طبی اہلیت و مہارت:

اسلام میں علم طب میں مہارت پیدا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ بغیر مہارت وتجربہ کے محض ناقص طبی معلومات کی روشنی میں علاج کرنا سخت حرام ہے۔حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ:

''من تطبب ولم يعلم منه طب فهو ضامن''۔

ترجمہ:''جس نے اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا حالانکہ اس کو طب کا علم حاصل نہ ہو تو ایسا شخص ضامن (ذمہ دار) ہوگا۔''7

طب ایک حساس اور نازک فن ہے جن کا براہ راست تعلق انسان کی جان اور اس کی بقا سے ہے۔ اس میں معمولی غفلت ولاپرواہی کسی بھی انسان کے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہے۔ آج کے دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اچھی خاصی طبی واقفیت رکھتے ہیں۔ دواؤں کے پیکٹ پر جو لٹریچر ہوتا ہے اسے پڑھ کر دوائیں تجویز کرنے میں ان کو ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی لیکن ایسے لوگ علاج کرنے کے قانوناً مجاز نہیں ہیں اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔

معا لجین کے متعلق اصولی بات یہ ہے کہ جو حضرات امراض کی شناخت اور ان امراض کے علاج سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں وہ متعلقہ مریض کا علاج کر سکتے ہیں بلکہ خیر خواہی اور اخلاص کے ساتھ صحیح علاج کیا جائے تو یہ باعث ثواب بھی ہوسکتا ہے لیکن جو لوگ بخوبی واقفیت نہیں رکھتے یا صحیح تشخیص اور علاج پر قادر نہیں ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے نااہل ہیں اور حدیث نبوی(اذا وسدامرالیغیر اہلہ......الخ) 8 کی رو سے انھیں اس سلسلے کی ذمہ داریوں کو سونپنا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ حکومت اور قانون نے میڈیکل سند کی شرط غالباً اسی لیے لگائی ہے کہ نااہل لوگ اس میدان میں داخل نہ ہوسکیں۔ شرعی لحاظ سے بہرحال واقفیت اور مہارت کو اصل حیثیت حاصل ہے سند کی حیثیت ضمنی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ماہرین اہلیت کی تصدیق اور کامل واقفیت کی شہادت دے سکیں۔ اسلامی نظریے کے مطابق یہی حقیقی سند ہے۔ موطا امام مالکؒ میں حضرت زید بن اسلم کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ کے زمانے میں ایک آدمی کے زخم آیا اور خون منجمد ہوگیا۔ ایک آدمی دو معالج لے کر آیا۔دونوں معالجوں سے آپؐ نے پوچھا تم میں

سے کون زیادہ طبیب ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ علاج طبیب حاذق سے کرانا چاہیے۔ حاذق ماہر کو کہتے ہیں اور حذاقت علم سیکھنے، تربیت پانے اور تجربات سے حاصل ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں طبابت یعنی طب دیانت دارانہ خدمت خلق تھی۔ روزینہ اور حصول رزق کا ذریعہ نہیں تھی۔ اب اس کے برعکس ہے۔ اسی وجہ سے علاج اور ڈاکٹری میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں اور یہ تجارت کابہت وسیع میدان ہوگیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیماریاں ختم ہونے کی بجائے بڑھ رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا علاج کرن[ے کے لیے طبیب کے پاس سند ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص پوری طرح امراض کی حقیقت سے واقف اور اس کے علاج سے آگاہ ہے اس میں صحیح تشخیص اور تجویز کا ملکہ ہے اور اس سلسلہ کی ضروری مہارت اور تجربہ اس کو حاصل ہے وہ بھلے رسمی سند نہ رکھتا ہو۔تو وہ معالجے کا اہل کہلائے گا۔ اگر وہ کسی کا علاج کرتا ہے تو گناہ گار نہ ہوگا اس طرح کہ اپنی حد تک اس نے کوئی کمی و کوتاہی نہ کی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض معالج کسی ماہر فن سے تعلیم اور تربیت حاصل کر کے جو علاج شروع کرتے ہیں وہ ڈگری یافتہ اطباء سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔

اس کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ جو شخص قانوناً مجاز نہیں ہے تو وہ اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر علاج نہیں کر سکتا۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ وہ علاج کر سکتا ہے ان کے پاس الگ دلائل ہیں جو اس کے قائل ہے کہ وہ علاج نہیں کرسکتا ان کے پاس الگ دلائل ہیں سب سے پہلے عدم جواز کے دلائل کو ذکر کرتے ہیں۔

۱۔نبی کریمؐ کی حدیث مبارک جس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور نسائی تینوں نے روایت کیا ہے۔

''من تطبب ولم یعلم منہ طب فھو ضامن''۔

ترجمہ:''جو شخص اپنے آپ کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ طبابت کی لیاقت اس سے ظاہر نہیں ہوئی وہ نقصان کا ضامن ہے۔''9

امام مالکؒ حاکم وقت سے قانونی اجازت لینے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حنفی فقہ میں جاہل طبیب پر پابندی کا حکم ہے۔ ہر کسی کو اپنے ذاتی تجربے اور مطالعہ کی بناء پر علاج کی اجازت دینا مصلحت عامہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے اور فقہاء کرام کی رائے ہے کہ جو اسباب وطریقے عمومی حالات میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں اس پر بندش لگانا ضروری ہے۔ان لوگوں کے دلائل جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں:

اصول یہ ہے کہ الضرریزال (ضرر کو زائل کیا جائے) اس لیے مریض کے ضرر کو اس کی اجازت سے ختم کرنے کی کوشش کرنا صحیح ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ علاج میں اصل چیز صداقت و تجربہ ہے نہ کہ قانونی طور پر

علاج کرنے کا مجاز ہونا۔ شریعت میں ایسی کوئی قید نہیں ہے۔ اس لیے جس شخص کو قانوناً اجازت نہیں ہے اگر وہ علاج میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہے تو اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

ان دونوں آراء میں سے پہلی رائے ہی راجح ہے یعنی جس نے باضابطہ طور پر کسی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور قانون نے اس کو علاج معالجے کا مجاز نہیں قرار دیا تو اس کا علاج کرنا درست نہیں۔ اس کی وجہ موجود ہ دور میں امراض کی کثرت مریضوں اور دواؤں کی کثرت ہے۔ دواؤں کی مختلف اقسام ہے بہت ہی ہائی پوٹینسی کی دوائیں ہوتی ہیں۔ چھوٹی سی غلطی کسی کی جان لے سکتی ہے۔ دواؤں کا ری ایکشن بھی ایک عام بات ہے۔ جس کی وجہ سے احتیاط کیضرورت ہے۔ آپریشن عام ہوگیا ہے۔ اس لیے قانوناً مجاز ماہر ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ ورنہ مریض کے اعضاء تلف ہونے اور جان کے ضائع ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ اگر حادثات سے بچنے کے لیے ٹریفک کے قوانین کی پابندی ضروری ہے خواہ وہ کسی غیر اسلامی ملک ہی کے نافذ کردہ ہوں تو مریض کے تحفظ کے لیے ڈاکٹروں پر نافذ قوانین کی پابندی کیوں ضروری نہیں لہٰذا ان قوانین کو نظر انداز کرنا درست نہیں دوسرے نمبر پر بات آتی ہے کہ اگر ایسے شخص کے علاج سے جو قانوناً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچایا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہو گا اور کیا اس کا علم شرعاً قابل تعزیر جرم شمار ہو گا۔ اس کے بارے میں بھی دورائے ہیں۔ جو حضرات ضامن قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ طبیب جاہل شریعت کی نگاہ میں مجبور سمجھا جائے گا اور مجبور سے کوئی چیز تلف ہوجاتی ہے تو اس پر ضمان لازم ہے۔ جو لوگ ضمان کے قائل نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے اس میں زیادتی نہیں پائی گئی اور ضمان تصدق کی صورت ہوتا ہے یا اس صورت میں جبکہ مریض یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرے۔

ب۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور طبیب کا حاذق ہونا:

اوپر ہونے والی طبیب کے ماہر اور حاذق ہونے کی بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر قسم کے علاج کے لیے طبیب کا حاذق و ماہر نیز قانوناً مجاز ہونا ضروری ہے انسانی اعضاء کی پیوندکاری جیسی اہم جراحی میں ماہر ہو کیونکہ یہ مسئلہ انسانی جان سے براہ راست جڑا ہے۔ طبیب صرف اور صرف پیسے بنانے کے لیے کام نہ کرے بلکہ اس عمل میں اس کی نیت صاف ہو۔ اعضاء کی پیوندکاری میں طبیب کا اتنا زیادہ ماہر ہونا ضروری ہے کہ وہ انسانی جسم کی حرمت کو پامال نہ کرے۔اس کو اتنے ماہر انداز میں کرے کہ اس کے جسم کی حرمت باقی رہے۔

شریعت نے عام معالجے کے لیے قانوناً مجاز طبیب کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے لیے اس شرط کا ہونا نہایت اہم ہے۔جو قانوناً مجاز نہیں اس کے لیے اس میں ہاتھ ڈالنا بالکل جائز نہیں ہے۔

ج. معطی اعضاء اور طبیب:

اعضاء کی پیوندکاری میں اعضاء دینے والے کو معطی یعنی(عطیہ دینے والا) کہا جاتا ہے معطی کی دو اقسام ہیں۔

(۱)مردہ معطی (۲)زندہ معطی

ا۔مردہ معطی:

مردہ معطی اس اعضاء دینے والے کو کہتے ہیں جو زندہ نہ ہو۔مردہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں۔

i. وہ افراد جو ذہنی طور پر مردہ ہوچکے ہوتے ہیں ان کے جسم کو مشینوں کے سہارے رکھا ہوا ہوتا ہے۔

ii. عام حالات میں جو اچانک موتیں ہوتی ہیں ان میں ایسے افراد جن کی موت کسی حادثے یا سرپر زخم کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ان دونوں قسم کے افراد کی موت کی تصدیق ضروری ہے۔ خاص طور پر پہلی قسم والے مریضوں کی دماغی موت کی تصدیق ضروری ہے یعنی اگر کوئی مریض ٹیومر کا ہو اور اس کی حالت خراب تر ہو اس کو Ventilaterپر رکھا ہو اس کا جسم اگر سانس لے رہا ہوتو اس علاج کیا جائے گا جب علاج ناکام ہو جاتا ہے تو ان کی خدمت پر مامور ڈاکٹرز پیوندکار ڈاکٹروں سے رابطہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی پہلے مریض کے لواحقین سے اعضاء نکالنے کے حوالے سے اجازت لی جاچکی ہوتی ہے۔ کئی ہسپتالوں میں پیوندکار ڈاکٹران کی جانچ اور ٹشوں کی اقسام کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ان کے موزوں قبول کنندگان بھی مقامی ہسپتالوں میں تلاش کئے جائیں۔جبکہ دوسری طرف ان قبول کنندگان کو بھی ڈائیلاسس کے علم پر رکھا جاتا ہے۔ اسی درمیان مطعی کے بدن سے عطیہ شدہ اعضاء کی منتقلی کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اعضاء کی پیوندکاری اور منتقلی کے لیے لاش کے متعلقہ وارثین سے اجازت لینا لازمی ہے۔ معطی کا اعضاء کے کینسر سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ معطی کے لیے متعلقہ عضو کے متعدی امراض سے پاک ہونا بھی لازمی ہوتی ہے۔ معطی کو کسی بھی متعلقہ مرض مثلاً ہائی بلڈ پریشر یا ذیابیطس وغیرہ سے پاک ہونا چاہیے ترجیحاً معطی کو ساٹھ سال سے کم ہونا چاہیے۔

۲۔زندہ معطی:

یعنی کسی زندہ شخص کے جڑواں اعضاء میں سے ایک عضو(مثلاً گردوں میں سے ایک) مریض کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ انتہائی محفوظ ہوتا ہے۔ اگر معطی اپنے دو گردوں میں سے ایک عطیہ کرتا ہے تو اس کے عرصہ حیات میں کمی نہیں آتی ہے۔زندہ معطی کے بارے میں شرائط و ضوابط درج ذیل ہیں:

i. زندہ معطی کے لیے یہ عمل محفوظ ہوتا ہے۔

ii. معطی کا تندرست ہونا لازمی ہے کیونکہ تندرست معطی کے لگائے گئے گردے کا پچھتر فیصد کام چند ماہ میں دوسرا

iii. گردہ سنبھال لیتا ہے۔

iv. عام طور پر سے ہونے والے خطرات جو صرف ایک ہزار سے ایک آدمی کو پیش آسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

اَ. مائنز اٹیکیسیس

ب. ہمیشہ درد رہنے کی شکایت

ج. انفیکشن

د. ہرنیا

ایک بہترین معطی وہ ہوتا ہے جس کے عضو دینے سے اس کو نقصان نہ پہنچے اس کے علاوہ ضروری ہے کہ پہلے ان لوگوں کو دیکھا جائے جو مردہ ہو یا مرنے کے قریب ہو۔کیونکہ اس کے اعضاء کی اس کو ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ج۔اعضاء کی پیوندکاری کے لیے معطی کے انتخاب اور طبی اخلاقیات:

1. معطی کا تندرست ہونا لازمی ہے جسمانی اور نفسیاتی اعتبار سے۔
2. معطی اور قبول کنندہ میں خون کے گروپ کی مطابقت
3. قانونی عمر کا ہونا یعنی بالغ ہونا۔
4. اعضاء نکالے جانے کے طریقہ کار کو معطی اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہو۔
5. اعضاء کی پیوندکاری کے آپریشن کے لیے رضاکارانہ طور پر اور باشعوری طور پر اجازت دے۔
6. معطی کا آپریشن سے قبل طبی معائنہ ہوا ہو۔

طبی معائنہ میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں۔

i. جسمانی معائنہ

ii. توصلی تاریخ صحت

iii. معیاری تحقیق یعنی تمام ضروری ٹیسٹ۔

7. معطی کی عمر چھ برس سے پچیس برس تک کی عمر سب سے بہتر ہے۔کیونکہ چھ سال سے کم عمر کے بچوں میں آپریشن کے بعد موت کی شرح زیادہ ہے۔زیادہ بوڑھے لوگوں میں آپریشن کی کامیابی کی شرح کم ہے۔

د۔اعضاء کی پیوندکاری اور اخلاقیات:

جدید جراحی کی اہم ترین کامیابیوں میں پیوندکاری کو بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ تاہم اخلاقی پہلوؤں کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو بہت سارے سوالات پیدا ہوتے ہیں، مریض زیادہ ہو اعضاء کم ہو تو کس مریض کو ترجیح دی جائے کس کو پہلے عضو مہیا کیا جائے یہ وہ سوال تھے جن کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ نیشنل ٹرانسپلانٹ کمپنی کے فراہم کردہ رہنما ہدایت نے اس مسئلے کو حل فرمایا۔ ایک اور بات جو قابل غور تھی وہ تھی ٹرانسپلانٹ پر آنے والا خرچہ۔کیونکہ پیوندکاری کے لیے تمام اعضاء بہت مہنگے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا تعلق جراحی سے اور بعد ازاں صحت کی بحالی سے ہوتا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک دولت مند اعضاء حاصل کر سکتا ہے ایک غریب نہیں حاصل کر سکتا۔ ان تمام مسئلوں میں اس وقت کمی واقع ہوئی جب نیشنل ٹرانسپلانٹ فنڈ قائم کیا گیا جس کی ذمہ داری یہ تھی کہ ضرورت مند افراد کی مدد کرے اور پیوندکاری کے لیے درکار اعضاء کے حصول میں ان کی مالی معاونت کرے۔

ایک اور اخلاقی مسئلہ جو پیوندکاری میں پایا جاتا ہے وہ رضامندی کا ہے۔ یہ رضامندی یا تو معطی خود دے یا معطی کا کوئی وارث دے تاکہ عضو کو نکالا جا سکے۔ کسی دباؤ یا خوف و ہراس اس کے تحت نہیں دی جاسکتی۔ یہ عطیہ سوفیصد اپنی رضامندی اور خوشی سے ہو۔ پیوندکاری کے طریقے کار میں بھی مسائل کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اس کی وجوہات موت کا تعین کا مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ موت کس کو کہتے ہیں موت کی تصدیق کب اور کس صورت حال میں ہوگی۔ کیا جب دل اور پھیپھڑے کام کرنا بند کر دیں گے؟ یا جب دماغ مکمل طور پر اپنا کام بند کردے گا۔ یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے کیونکہ کوئی بھی شخص کسی زندہ شخص کے جسم کا کوئی عضو لینا نہیں چاہے گا۔ تاہم پورے دماغ کی موت تک کا انتظار کرنا پڑے تو بہت سے اعضاء ناقابل استعمال ہو جائیں گے۔ پیوندکاری کے کسی معالج یا ماہر ڈاکٹر کے نقطہ نظر سے پیوندکاری کے عمل میں ان اخلاقی اصولوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

ہ۔اعضاء کی پیوندکاری اور طبیب کی مذہبی جانکاری:

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے علاج میں مذہب کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ ضروری بات تو یہ ہے کہ کسی عضو کے حصول اور پیوندکاری میں شامل معالج کو عضو کا عطیہ دینے والے فرد کے جسم کے حصول پر مرتب ہونے والے اثرات معلوم ہونے چاہیے۔ جہاں کوئی مریض اپنا عضو عطیہ کرنے میں تردد کر سکتا ہے کیونکہ عضو کے حصول کے طریقہ کار سے اس کے مذہبی اور روحانی عقائد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ ایک معالج جو اس عقیدے کو سمجھتا ہو۔ ممکن ہے کہ وہ حصول عضو کے طریقے کو تبدیل کردے تاکہ مریض اپنے اقتدار کو پامال کیے بغیر اپنے اعضاء عطیہ کر سکیں۔ اس لیے طبیب کا یا معالج کا مذہب سے بہرہ ور ہونا بھی ضروری ہے۔ زیادہ نہیں صرف اتنا جس کے ذریعے وہ اپنے مریض کے لیے راستہ نکال سکے۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں فروغ نہ آنے کی وجہ یہ ہے۔لوگ مذہبی طرف سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اعضاء کی پیوندکاری کے لیے راضی نہیں ہوتے۔

و۔معالج اور معطی کے رشتے دار:

پیوندکاری کے عمل میں سب سے زیادہ ایک اور معاملہ جو قابل ذکر ہے وہ مردہ معطی کے رشتے داروں کے ساتھ معالج کا معاملہ ہے۔ معطی کے خاندان کو پیش آنے والے جذباتی مسائل پر توجہ دینا بھی اہم ہے۔کیونکہ موت کے عطیے کا سوال کرنا نامناسب بات ہوگی۔ ایسے وقت میں اس شخص کے اہل خانہ ایک کرب کی کیفیت میں ہوں گے غم سے نڈھال ہوں گے اور توجہ سے بات نہیں سن پائیں گے۔ اپنے کسی پیارے کا کوئی اہم عضو کسی اور کو دینے کے خیال کی پذیرائی نہیں ہوگی۔ ایسے وقت میں ان کی دلجوئی کے ساتھ ان کو سمجھایا جائے یہ بھی ایک معالج کا فرض ہے۔ تاہم کسی تنازعے سے بچنے کے لیے یہ تجویز پیش کی گئی کہ متوقع عطیہ دہندہ کی آزادی کی تعظیم کی جائے اور یہ کہ موت کا تعین کرنے والے معالج کو پیوندکاری کی ٹیم کا رکن نہیں ہونا چاہیے۔

نتیجہ

اعضاء کی پیوندکاری جدید طب کی ایک عظیم کامیابی ہے جس نے انسان کو ناقابلِ علاج امراض سے نجات دلانے اور نئی زندگی عطا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ عمل صرف ایک طبّی ضرورت نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور مذہبی مسئلہ بھی ہے جس پر غور وخوض لازمی ہے۔اس تحقیق کے دوران یہ حقیقت سامنے آئی کہ پیوندکاری جہاں انسانی جان بچانے اور معاشرے میں خیر وفلاح کا ذریعہ بنتی ہے، وہیں اس سے متعدد اخلاقی سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں، جیسے عطیہ دہندگان کی آزادی و رضامندی، تجارتی استحصال کا امکان، اعضاء کی منصفانہ تقسیم، اور طبی ماہرین کی ذمہ داریاں۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسانی جان اور جسم کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھا گیا ہے، جس

کی حفاظت ہر مسلمان پر لازم ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ انسان کی بقاء اور زندگی کا تحفظ سب سے مقدم ہے۔ اسلام نے ہر ایسے عمل کی اجازت دی ہے جو انسانی جان بچانے کا سبب بنے، بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرہ کار اور اخلاقی حدود کے اندر ہو۔ لہٰذا اگر اعضاء کی پیوندکاری میں رضامندی، عدل، شفافیت اور انسانی وقار کو مدِنظر رکھا جائے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ باعثِ اجر وثواب بھی ہے۔

اس تحقیق سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ اعضاء کی پیوندکاری کو کامیاب اور مؤثر بنانے کے لیے چند اہم اصولوں کی پابندی ضروری ہے:

- صرف ماہر اور مجاز معالجین ہی اس عمل کو انجام دیں تاکہ انسانی جان کو کسی قسم کے نقصان سے محفوظ رکھا جا سکے۔
- عطیہ دہندگان کی مکمل باخبر رضامندی اور آزادی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی دباؤ یا استحصال نہ ہو۔
- مردہ یا زندہ عطیہ دہندگان دونوں کے لیے سخت طبی اور اخلاقی معیارات مقرر کیے جائیں تاکہ عطیہ اور پیوندکاری دونوں محفوظ رہیں۔
- پیوندکاری کے مواقع میں مساوات قائم کی جائے تاکہ صرف دولت مند طبقہ ہی اس سہولت سے فائدہ نہ اٹھا سکے، بلکہ نادار اور ضرورت مند بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

اسلامی نقطۂ نظر اس بات پر زور دیتا ہے کہ سائنسی ترقی اور دینی اصولوں میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ دونوں میں ہم آہنگی ممکن ہے۔ اعضاء کی پیوندکاری اس کی بہترین مثال ہے، بشرطیکہ اسے اسلامی تعلیمات اور اخلاقی تقاضوں کے مطابق انجام دیا جائے۔ آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعضاء کی پیوندکاری نہ صرف انسانی جانوں کو بچانے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ علم وایمان کے حسین امتزاج کی عکاس بھی ہے۔ اس عمل کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ معالجین، ماہرینِ اخلاق اور اسلامی علماء آپس میں تعاون کریں اور ایک ایسا عملی فریم ورک تشکیل دیں جو سائنسی ترقی کو انسانی وقار، عدل اور دینی رہنمائی کے ساتھ ہم آہنگ رکھے۔

حوالہ جات:

1. سورۃ النور:۲۔
2. محمد بن اسماعیل، بخاری(مؤلف) محمد داوٗد راز، مولانا(مترجم)"صحیح بخاری"کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، ج۸، ص162،ح6767۔
3. یوسف حامد العالم، علامہ"المقاصد العامۃ للشریعۃ الاسلامیہ"، ص290۔
4. سورۃالبقرۃ:173۔

5. سورۃ آلِ عمران:49۔

6. سورۃ العلق:2۔

7. محمد بن یزید، ابن ماجہ(مؤلف)مولانا عطاء اللہ ساجد(مترجم)"سنن ابن ماجہ"کتاب الطب، باب انزل اللہ داء الانزل لہ شفاء، ج۲،ص1138،ح3439۔

8. مسلم بن الحجاج، القشیری (مؤلف)محمد عیسیٰ(مترجم)"صحیح مسلم"کتاب السلام، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی، ج۴،ص1769،ح2204۔

9. سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، السجستانی(مؤلف)ابو عمار فاروق سعدی(مترجم)"سنن ابو داؤد"کتاب الدیات، باب فیمن تطبب بغیر علم ماعنت،ج۴،ص195،ح4596۔